ابو جعفر محمد بن جریر الطبری

ڈاکٹر سعید اللہ قاضی

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری صوبہ طبرستان کے پایۂ تخت آمل میں ۲۲۴ھ کے آخری یا ۲۲۵ھ کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوئے۔[۱] سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ والد بزرگوار بہت مالدار تھے۔ اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور بہت سے اسلامی ممالک کے علمی مراکز کا دورہ کیا۔ "الرے" اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کی سیر کی اور پھر بغداد واپس آئے۔ یہاں آنے کا مقصد یہ تھا کہ احمد بن حنبل کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کریں۔ لیکن وہ ان کے آنے سے قبل ہی وفات پا گئے اور انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں سے وہ بصرہ اور کوفہ چلے گئے جہاں کچھ مدت قیام کرنے کے بعد پھر بغداد واپس آگئے۔ بغداد میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد وہ مصر روانہ ہوئے اور راستے میں دمشق اور دوسرے بڑے شہروں میں علم حدیث کے حصول کے لئے کچھ مدت ٹھہرے۔[۲]

ابن عساکر کے نزدیک وہ ۸۷۶ء/ ۸۷۷ء میں مصر میں مقیم تھے۔ جبکہ یاقوت کی رائے میں وہ پہلی مرتبہ ۸۶۴ء میں مصر گئے۔ اور اس کے بعد ملک شام میں ۸۶۹/ ۸۷۰ء میں وارد ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق وہ ۸۷۱/ ۸۷۲ء میں بغداد میں تھے۔ جبکہ وہ ایک متبحر عالم حدیث ہونے کی وجہ سے کافی شہرت حاصل کر چکے تھے۔[۳]

مصر سے وہ دوبارہ بغداد آئے اور طبرستان کے دو سفروں کے علاوہ انہوں نے باقیماندہ ساری زندگی بغداد میں گذاری۔ ابو جعفر نے زندگی کے آغاز میں احادیث کی جمع و تدوین کی طرف خصوصی توجہ دی۔[۴] ان کی زندگی کا مقصد اعلیٰ علم حاصل کرنا اور علم سکھانا تھا۔ اور ان کی پوری زندگی اسی مقصد کے حصول میں گذری۔ انہوں نے دنیاوی جاہ و جلال کو ہیچ سمجھا۔ تاریخ و فقہ کے علاوہ ان کو شعر و شاعری اور ادب میں بھی مہارت حاصل تھی۔ ریاضی اور طب میں بھی ان کو دسترس تھی۔[۵]

مصر سے واپسی پر دس سال تک وہ فقہ شافعی کے مقلد رہے۔ لیکن بعد میں وہ مجتہد مطلق بنے۔[الف] اور اپنا ایک الگ مذہب قائم کیا جو ان کے والد جریر کے نام سے "جریریہ" مشہور ہو گیا۔ لیکن یہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا اور بعض دوسرے مذاہب کی طرح ختم ہو گیا۔[۶]

امام طبری کو امام شافعی کے ساتھ زیادہ اختلاف فروعات میں تھا۔ اصول میں ان کو ان سے زیادہ اختلاف نہ تھا۔ البتہ احمد بن حنبل کے ساتھ ان کا اختلاف اصولی تھا۔ وہ امام احمد بن حنبل کو محدث تو تسلیم کرتے تھے لیکن مجتہد نہیں مانتے تھے۔ حنبلی مسلک کے لوگ چونکہ بغداد میں زیادہ تھے اس لئے طبری کے ساتھ ان کی مخالفت بڑھ گئی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہجوم نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور وہ کئی دن تک اپنے گھر میں محصور رہے۔ یہ اختلاف یہاں تک بڑھ گیا کہ ان پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔[۷]

(الف) مجتہد ہر اس عالم کو کہتے ہیں جس میں مندرجہ ذیل صفات موجود ہوں: خوف خدا رکھتا ہو۔ قرآن پر عبور حاصل ہو۔ علوم قرآن سے واقف ہو۔ سنت اور احادیث کے بارے میں واقفیت تامہ رکھتا ہو۔ فقہاء کے فیصلوں کے بارے میں علم رکھتا ہو۔ عربی ادب میں ماہر ہو وغیرہ وغیرہ۔

ایسا عالم جب کسی مسئلے کا حل اصول اربعہ۔ قرآن۔ سنت۔ اجماع صحابہ اور قیاس میں نہیں پاتا تو اس کا حل اپنی ذاتی رائے اور اجتہاد سے کرتا ہے۔ مجتہدین کی چار قسمیں ہیں: (۱) مجتہد مطلق یا مجتہد فی الشرع: یعنی وہ مجتہد جو براہ راست قرآن پاک اور احادیث نبوی سے مسائل کا استنباط کرتا ہو اور کسی دوسرے شخص کی اندھا دھند تقلید نہ کرتا ہو۔ اس کے علاوہ وہ کسی مذہب کا بانی ہو۔ مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی، احمد بن حنبل، امام مالک، امام اوزاعی اور ابو جعفر الطبری۔ (۲) مجتہد فی المذاہب: جو مسائل کا حل وضع شدہ قوانین کے تحت کر سکتا ہو اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد ہو۔ جیسے امام یوسف، امام محمد وغیرہ۔ (۳) مجتہد فی المسائل: جو اصولی اور فروعی دونوں مسائل میں امام کا مقلد ہو اور جن مسائل کے حل کے لئے امام کی طرف سے واضح ہدایات موجود نہ ہوں ان کا حل وہ اپنی رائے سے کر سکتا ہو۔ جیسے طحاوی، ابو بکر الجصاص وغیرہ۔ (۴) صاحب التخریج۔ جو فروعی مسائل کا استنباط بھی خود نہ کر سکتا ہو۔ صرف اپنے امام کے کسی فیصلے کو دوسرے پر ترجیح دے سکتا ہو۔ (تفصیل شہرستانی کی الملل والنحل میں ملاحظہ ہو)۔

ابن جریر نے بہت سے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ مثلاً فقہ کی تعلیم داؤد نامی عالم سے حاصل کی۔ شافعی فقہ کی تعلیم ربیع بن سلیمان سے مصر میں اور حسن بن محمد الزعفرانی سے بغداد میں حاصل کی۔ فقہ مالکی کی تعلیم یونس بن عبدالاعلیٰ وغیرہ سے اور فقہ اہل العراق کی تعلیم "الرے" میں ابو مقاتل نامی عالم سے حاصل کی[۸] الغرض مصر، شام، عراق، کوفہ بصرہ اور الرے میں جید علماء سے پڑھا۔ ان کے علاوہ ان کے اساتذہ میں چند مشہور علماء یہ ہیں: محمد بن عبدالملک ابن ابی الشوارب، اسحاق بن ابی اسرائیل، محمد بن حمید الرازی، عمرو بن علی اور محمد بن بشار[۹]۔ آپ سے حدیث کی روایت قاضی احمد بن کامل، محمد بن عبداللہ الشافعی اور مخلد بن جعفر نے کی۔

ایک حدیث کی روایت ان سے اس طرح کی گئی ہے: اخبرني ابو طالب محمد بن الحسین بن احمد بن عبداللہ بن بکیر، قال نا مخلد بن جعفر قالا: نبانا ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری، قال حدثنی عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی قال نا ثابت بن محمد قال نا سفیان الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن طاؤس عن ابن عباس قال: مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رجل مکشوفة فخذہ، فقال لہ: غط فخذک، فان فخذ الرجل من العورة۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس کی ران ننگی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو دیکھ کر فرمایا: اپنی ران چھپاؤ اس لئے کہ مرد کی ران شرم گاہ میں داخل ہے (اس لئے اس کا چھپانا فرض ہے)

ابن جریر سے اس حدیث کی روایت ایک دوسرے طریقہ سے بھی ہوئی ہے جس میں بعض لوگوں نے سفیان الثوری کی حدیث کو غریب گردانا ہے اور اس کی روایت مخلد اور ابو جعفر بن ابی طالب نے ابن جریر الطبری سے کی ہے[۱۰]

ابن جریر الطبری متعدد مشہور کتابوں کے مصنف ہیں اور ان کی ہر کتاب اپنے میدان میں ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ذیل میں ان کی چند مطبوعہ کتابوں کے بارے میں چند تعارفی کلمات سپرد قلم کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کرام الطبری کی علمی حیثیت کے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکیں[۱۱]

۱۔ تفسیر ابن جریر

یہ کتاب تفسیر بالماثور کا ایک قابل اعتماد مجموعہ سمجھی جاتی ہے۔ ماثور کے ساتھ ساتھ مصنف نے عقلی دلائل سے بھی کام لیا ہے۔ اور جگہ جگہ اپنی رائے کا اظہار بڑے مناسب اور غیر مبہم انداز میں کیا ہے۔ تفسیر ابن جریر کی ضخامت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے دوستوں سے سوال کیا: "کیا آپ خوش ہیں کہ میں قرآن

کی تفسیر کروں"؟ ۔ انہوں نے پوچھا ۔ "اس کا حجم کتنا ہوگا"؟ ابن جریر نے جواب دیا: "تیس ہزار ورق" ۔ انہوں نے کہا: "اس کے ختم ہونے سے پہلے ہماری عمریں ختم ہو جائیں گی"۔ اس کو سن کر ابن جریر نے اس کو تین ہزار ورق تک کم کر دیا۔(۱۲)

ویسے تفسیر ابن جریر تیس جلدوں میں ہے ۔ یہ طویل عرصے تک نظروں سے اوجھل رہی ۔ کتابوں میں اس کا ذکر ملتا تھا ۔ آخرکار اس کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا ۔ ۱۹۱۱ء میں مصر سے پانچ ہزار دو سو صفحات پر مشتمل یہ تفسیر شائع ہوئی ۔ علم تفسیر میں یہ انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے ۔

بعض علماء کی رائیں

سمعانی نامی ایک عالم رقمطراز ہے : ان محمد بن جریر مکث اربعین سنۃ یکتب فی کل یوم منہا اربعین ورقۃ ۔ یعنی ابن جریر چالیس سال تک یومیہ ۴۰ صفحے لکھا کرتے تھے۔(۱۳)

ابو حامد احمد بن ابی طاہر الفقیہ الاسفرائنی لکھتے ہیں :

لو سافر رجل الی الصین حتی یحصل لہ کتاب تفسیر ابن جریر لم یکن ذالک کثیرا ۔ یعنی اگر ایک آدمی چین تک سفر کرے اور اس کو تفسیر ابن جریر کا ایک نسخہ ہاتھ آ جائے تو یہ سفر اس کے لئے زیادہ نہیں ہے ۔(۱۴)

حافظ ابن تیمیہ اپنی کتاب "اصول التفسیر" میں ابن جریر کے بارے میں لکھتے ہیں : واما التفاسیر التی سألت عنہا ، فاصحہا تفسیر محمد بن جریر الطبری ، فانہ یذکر مقالات السلف بالاسانید الثابتۃ ولیس فیہ بدعۃ ، ولا ینقل من المتہمین کمقاتل بن بکیر والکلبی ۔ یعنی جن تفاسیر کے بارے میں ، میں نے پوچھا تو ان میں سب سے زیادہ صحیح محمد بن جریر الطبری کی تفسیر ہے ۔ اس لئے کہ وہ سلف صالحین کے اقوال ثابت شدہ اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں ۔ اور ناقابل اعتماد اشخاص کی روایات نقل کرنے سے اجتناب کرتے ہیں جیسے مقاتل بن بکیر اور کلبی ۔(۱۵)

کہتے ہیں کہ ابوبکر بن بالویہ نے ابن جریر سے ان کی تفسیر املاءً لکھی ۔ ابوبکر محمد بن اسحاق المعروف بہ "ابن خزیمہ" نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے کس سن میں یہ تفسیر املاءً لکھی ۔ اس نے جواب دیا کہ سن ۸۳ تا سن ۹۰ یعنی سات سال کے عرصے میں ۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے مجھ سے مطالعہ کے لئے لیا اور چند سال کے بعد واپس کر دیا اور کہا: "میں نے اس کو اول سے آخر تک پڑھا ۔ اور مجھے سطح زمین پر ابن جریر سے زیادہ عالم دوسرا کوئی نظر نہیں آیا ۔"(۱۶)

مشہور مستشرق گولڈ زیہر لکھتا ہے: "تفسیر ابن جریر، جامع البیان، کے مؤلف محمد بن جریر الطبری ہیں چونکہ وہ عالم اسلام کے بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے یورپی علماء نے ان کے علم کی بلندی کا بہت صحیح اندازہ لگایا ہے۔"(۱۷)

ایک دوسرا یورپی مفکر نولڈیکے لکھتا ہے: "اگر تفسیر ابن جریر ہاتھ لگے تو اس کے ذریعہ بعد میں لکھی ہوئی دوسری تمام تفسیروں سے انسان بے نیاز ہو جاتا ہے۔"(۱۸)

ابن جریر کا طریق تفسیر:

ابن جریر نے تفسیر میں ایک خاص طریقۂ کار اپنایا ہے۔ ابتدا میں وہ ایک آیت کی تاویل کرتے ہیں۔ پھر اس کے بارے میں احادیث رسول پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ اقوال صحابہ اور تابعین کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ان احادیث اور اقوال کی سند بیان کرتے ہیں۔ پھر آیت مذکورہ کے بارے میں دوسرے مفسرین کی آراء نقل کرتے ہیں۔ اور پھر حسب ضرورت اس آیت کے اعراب اور صرفی اور نحوی اصول پہ غور و خوض کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ان بیان کردہ اقوال کی چھان بین کرتے ہیں اور ضعیف اور قوی اقوال کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہیں۔ اور انجام کار ایسے مفسرین پہ شدید حملے کرتے ہیں جو فہم قرآن میں سلف صالحین کی روایات کی طرف رجوع کئے بغیر اپنی رائے پہ اکتفا کرتے ہیں۔(۱۹)

ابن جریر مروجہ علم کلام سے بے خبر نہیں تھے۔ ان کی تفسیر میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ وہ کسی مخصوص اسلامی مکتب فکر یا فقہی مذہب کے جامد پیروکار نہ تھے۔ سلف صالحین کے یقیناً پیروکار تھے اور انہیں سلفی مکتب فکر کا ایک آزاد خیال امام تصور کیا جاتا ہے۔ مسئلہ جبر و اختیار میں وہ اختیار کے قائل ہیں۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے ان کی تفسیر پہ یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں معتزلہ کے افکار پائے جاتے ہیں۔(۲۰)

۲۰- تاریخ طبری:

تاریخ طبری تفسیر طبری کی طرح اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے۔ اس کے مآخذ مختلف ہیں۔ ادبی مآخذ اور مصادر میں ابو مخنف کی ایک تصنیف، عمرو بن شبہ کی کتاب اخبار اہل بصرہ (حدیث کی ایک کتاب جس میں سے زیاد بن ایوب انہیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے) نصر بن مزاحم کی تاریخ اور محمد بن اسحاق کی سیرت اور اس موضوع پر الواقدی، ابن سعد، اور ہشام الکلبی کی تصانیف وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ساسانیوں کی تاریخ کے لئے ابن جریر نے فارسی کی ایک تصنیف

"تاریخ الملوک" کا عربی ترجمہ استعمال کیا۔(۲۱)

تاریخ ابن جریر کی ضخامت کے بارے میں ان کا اپنا بیان کافی وشافی ہے۔ کہتے ہیں کہ ابن جریر نے اپنے دوستوں سے تاریخ عالم لکھنے کے بارے میں ذکر کیا۔ انہوں نے پوچھا: "اس کی ضخامت کتنی ہوگی"؟ ابن جریر نے جواب دیا۔ "اس کی ضخامت تفسیر جیسی ہوگی"۔ انہوں نے کہا کہ اس کے ختم ہونے سے پہلے ان کی عمریں ختم ہو جائیں گی۔ ابن جریر نے کہا "لوگوں کی ہمتیں کم ہوگئیں"۔

جہاں تک کتاب کے مواد اور ترتیب کا تعلق ہے تو کتاب کی ابتدا میں ایک تمہید ہے۔ اس کے بعد کتاب میں بطریقوں، انبیاء، اور قدیم ترین زمانے کے حکمرانوں کی تاریخ ہے۔ پھر ساسانیوں کے عہد کے واقعات ہیں۔ پھر عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کے حالات۔ اس کے بعد بنو امیہ اور آخر میں بنو عباس کا عہد آتا ہے۔ کتاب جولائی ۹۱۵ء تک کے واقعات کو محیط ہے۔(۲۲)

ابن جریر کے بعد اس کی کتاب کو دوسرے مورخین نے جاری رکھا۔ مثلاً الطبری کے شاگرد رشید ابو محمد الفرغانی کی گمشدہ کتاب صلۃ التاریخ، یا المذیل، ابوالحسن محمد الہمدانی کی تصنیف جس میں ۱۰۹۴ء تک کے واقعات درج ہیں اور جس کی پہلی جلد جو ۹۰۸/۹۰۰ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے، محفوظ رہ سکی ہے۔

ان کے بعد ابن مسکویہ نے اپنی کتاب تجارب الامم اور ابن الاثیر نے تاریخ الکامل میں الطبری کے مواد سے استفادہ کیا اور اس کے بعد کے زمانے کے حالات لکھے۔ گویا انہوں نے ۱۲۲۵ء تک کے واقعات لکھے۔(۲۳)

اس کے علاوہ علامہ طبری کی تاریخ کی بنیاد زیادہ تر روایات پر رکھی گئی ہے۔ نزاعی اور اختلافی امور میں انہوں نے ایک غیر جانبدار کا رویہ اختیار کیا ہے اور تمام روایات کو جوں کا توں درج کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ تحقیق کے طالب علم روایات کا درجہ خود روایات کی اسناد سے معلوم کر سکتے ہیں۔

اس طریقے کا فائدہ یہ ہے کہ قاری خود بخود ضعیف اور قوی روایات میں فرق کرنے کی کوشش کرتا ہے اور روایات میں سوچنے اور غور و فکر کرنے کا ایک بڑا میدان اس کو مل جاتا ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قاری روایات کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں اور معتبر اور غیر معتبر روایات کے بارے میں اپنا ذاتی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

روایات کی تدوین میں وہ اسناد کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ مثلاً ان کے نزدیک وہی راوی قابل اعتبار ہے جو

زیرِ تحریر واقعے میں خود شریک رہا ہو۔ یا اس کے بارے میں صحیح علم رکھتا ہو۔ یا ایک جماعت نے اس واقعے کی تصدیق کی ہو۔ حالات بیان کرنے میں وہ زمانی ترتیب کا خیال رکھتے ہیں۔ اور سنین کی پابندی کرتے ہیں۔[۲۴]

علامہ طبری کی تاریخ اس لحاظ سے بھی ممتاز ہے کہ عہدِ اسلامی کی بعض نادر و نایاب عبارتوں کے اقتباسات اس کتاب کی بدولت محفوظ رہ گئے ہیں۔ جب کہ اصلی مواد دستبردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ مثلاً کعب الاحبار، وھب بن منبہ، عبداللہ بن سلام، قتادہ، مجاہد، عبداللہ بن عباس اور ابو مخنف وغیرہ کے اقوال کے بہترین اقتباسات اس تاریخ میں محفوظ ہیں۔ دوسری تاریخوں میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔ گویا کہ تاریخ طبری عہدِ اسلامی کے ابتدائی حالات اور اہم تاریخی واقعات کا بیش بہا مجموعہ ہے۔

علامہ طبری نے ایک ہی واقعہ کے متعلق ساری روایات ایک ہی جگہ اکٹھی کی ہیں اور ان روایات میں عینی شاہد کی روایت کو ترجیح دی ہے۔[۲۵]

۳۔ اختلاف الفقہاء:

ابن جریر الطبری پہلے شخص ہیں جنہوں نے اختلاف الفقہاء پر قلم اٹھایا ہے۔ اس کتاب کو فریڈرک کرن نامی مستشرق نے ایڈٹ کیا ہے۔ اس میں تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء کی آراء پائی جاتی ہیں۔ اس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی مسلم ہے کہ ان فقہاء میں سے کسی کی آراء کا کوئی الگ مجموعہ موجود نہیں ہے۔ چونکہ اس میں مختلف موضوعات پر ان کی آراء کو جمع کر دیا گیا ہے اس لئے یہ ایک قابل قدر علمی سرمایا ہے۔[۲۶] ابن جریر قرآن کی قرأت بھی بہت اچھی کرتے تھے۔ خصوصاً سورۂ رحمٰن کی تلاوت جب فرماتے تھے تو لوگ پروانہ وار ان کے گرد جمع ہوتے تھے۔ اس فن میں انہوں نے کتابیں بھی لکھیں۔

محمد ابن جریر اگرچہ دولت مند باپ کے بیٹے تھے لیکن ان پر ہر قسم کے حالات آئے، اچھے بھی اور برے بھی مگر ہر حالت میں وہ اعتدال پر قائم رہے۔ کہتے ہیں کہ مصر میں محمد بن جریر، محمد اسحاق بن خزیمہ، محمد بن نصر المروزی، اور محمد بن ہارون جمع ہو گئے۔ ان کے پاس خرچ کے لئے کچھ نہیں تھا۔ اور بھوک کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ آخر کار وہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ قرعہ میں جس شخص کا نام نکل آئے وہ اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا مانگ کر لائے گا۔ قرعہ میں محمد بن اسحاق بن خزیمہ کا نام نکل آیا۔ انہیں اپنے ساتھیوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا تھا۔ لیکن

چونکہ مستغنی المزاج تھے اس لئے انہوں نے اپنے ساتھیوں سے وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ وہ نماز میں مشغول ہو گئے۔ اس دوران مصر کے والی کی طرف سے ایک ایلچی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھولا تو ایک آدمی سواری سے اترا اور محمد بن نصر المروزی کے بارے میں دریافت کیا۔ ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ ایلچی نے پچاس دینار کی ایک تھیلی ان کے حوالہ کر دی۔ پھر پوچھا: محمد بن جریر کون ہے؟ بتانے پر ایلچی نے ان کو بھی پچاس دینار کی ایک تھیلی پیش کر دی۔ اسی طرح باقیماندہ ساتھیوں، محمد بن ہارون اور محمد اسحاق کو بھی پچاس پچاس دینار کی تھیلیاں پیش کر دیں۔ آخر میں ایلچی نے کہا کہ والی مصر نے خواب میں دیکھا تھا کہ محامد (محمد کی جمع جن سے مراد مذکورہ چار محمد ہیں) بھوکے ہیں۔ اس لئے انہوں نے آپ کی مدد کو اپنا فریضہ سمجھا۔ ایلچی نے مزید بتایا کہ جب بھی ان کو ضرورت پڑے وہ والی مصر کو اطلاع دے کر اپنی ضرورت حسب منشا پوری کر سکتے ہیں۔(۲۶)

ابن جریر بڑے مستغنی المزاج اور سخی آدمی تھے۔ اس سلسلے میں آپ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

اذا اعسرت لم یعلم رفیقی　　　　و استغنی فیستغنی صدیقی

ترجمہ: جب میں تنگدست ہو جاتا ہوں تو میرے ساتھی کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور جب میں مالدار ہوتا ہوں، تو میرا دوست بھی مالدار ہو جاتا ہے۔ یعنی میں اپنے مال میں اپنے دوست کو شریک کرتا ہوں۔

حیائی حافظ لی ماء وجہی　　　　و رفقی فی مطالبتی رفیقی

ترجمہ: میری حیا مجھے سوال کرنے سے روکتی ہے اور جب میں کسی چیز کا مطالبہ کرتا ہوں تو بڑی نرمی سے کرتا ہوں۔

ولو انی سمحت ببذل وجہی　　　　لکنت الی الغنی سہل الطریق

ترجمہ: اگر میں بے حیا ہو کر کچھ مانگتا تو مالدار بننے کے لئے یہ طریقہ میرے لئے بڑا آسان تھا لیکن میں اس طریقے سے تونگر بننا پسند نہیں کرتا۔(۲۸)

ابن جریر الطبری کے ہاں دو چیزیں بہت ناپسندیدہ تھیں۔ ایک دولت پر اترانا۔ اور دوسری فقر کی ذلت میں مبتلا ہو جانا۔ آپ لکھتے ہیں۔

خلقان لا رضی طریقہما　　　　بطر الغنی و مذلۃ الفقر

ترجمہ: میں دو خصلتوں کو پسند نہیں کرتا۔ دولت پر اترانا اور فقر کی ذلت میں مبتلا ہو جانا۔[۲۹]

ابن جریر کا قد لمبا تھا۔ رنگ گندم گوں اور بال کالے تھے۔ آنکھیں موٹی تھیں۔ اور جسم نحیف تھا۔ بڑے فصیح اللسان تھے۔ ان کے پاس جانے کے لئے ان سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ بڑے ملنسار تھے۔ آپ ۲۶ر شوال ۳۱۰ھ کو ہفتے کی شام بغداد میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ اور اتوار کی صبح کو اپنے گھر میں دفنائے گئے۔ وفات کے بعد آپ کی قبر پہ کئی مہینے تک نمازہ جنازہ پڑھی جاتی رہی۔ آپ کے بارے میں بہت سارے مرثیے لکھے گئے۔ اور شعراء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق ان کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔[۳۰]

حواشی و حوالہ جات

۱۔ خطیب بغدادی۔ تاریخ بغداد، بارہویں جلد، زیر عنوان الطبری الخوانساری، روضات الجنات، دوسرا ایڈیشن، ص ۶۷۳۔

نوٹ: الطبری کی نسبت صوبہ طبرستان کی طرف ہے۔ اس نسبت کے مقابلے میں ایک ملتی جلتی دوسری نسبت الطبرانی بھی ہے۔ یہ نسبت طبریۃ الشام کی طرف ہے جو بحیرۂ طبریہ کے مغربی جانب ایک شہر کا نام ہے۔

سمعانی نے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ یہ لفظ تبرستان ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگ کلہاڑیوں سے لڑا کرتے تھے۔ تبر عربی میں کلہاڑی کو کہتے ہیں۔ تبر پشتو میں بھی کلہاڑی کو کہتے ہیں۔

سمعانی کی کتاب "کتاب الانساب" میں ابن جریر کی تاریخ پیدائش مبہم اور غلط ہے۔ غالباً یہ طباعت کی غلطی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ مذکورہ کتاب زیر عنوان "الطبری"

ابو جعفر الطبری کا نام مختلف کتابوں میں کچھ اس طرح دیا گیا ہے: محمد بن جریر بن یزید بن کثیر، محمد بن جریر بن یزید بن خالد، محمد بن جریر بن غالب الطبری، ایک دوسرا نام محمد بن جریر بن رستم الطبری۔ لیکن آخری نام کو چھوڑ کر باقی سارے ناموں کو درست تصور کیا جا سکتا ہے۔ آخری نام کے "الطبری" شیعہ مذہب کے پیرو ہیں۔ اور کتاب الایضاح اور کتاب المسترشد انہی کی تصانیف ہیں۔ کتاب المسترشد کو بعض لوگوں نے غلطی سے ابو جعفر الطبری کی طرف منسوب کیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ روضات الجنات

۲ ۔ دائرۂ معارفِ اسلامیہ، بارہویں جلد، زیرِعنوان الطبری

۳۔ ایضاً نیز ملاحظہ ہو تاریخ طبری کے اُردو ترجمے کا مقدمہ ۔

۴ ۔ ایضاً طبرستان کا دوسرا سفر ۲۹۰ء اور ۳۹۰ میں پیش آیا ۔

۵ ۔ تاریخ طبری کے اُردو ترجمے کا مقدمہ ۔ نیز تاریخ بغداد ۔

۶ ۔ ابو الیقظان عطیۃ الجبوری ۔ دراسات فی التفاسیر و رجالہ، قاہرہ، ۹۴ ۔

۷ ۔ ایضاً ۔ نیز تاریخ طبری کے اردو ترجمے کا مقدمہ ۔

۸ ۔ ابن ندیم ۔ الفہرست، ۱ : ۲۳۴ ۔

۹ ۔ ایضاً ۔ نیز تاریخ بغداد ، ۲ : ۱۶۲ - ۱۶۰

۱۰ ۔ تاریخ بغداد، ۲ : ۱۶۲ - ۱۶۰

۱۱ ۔ تغری بردی ۔ النجوم الزاہرہ، ۳ : ۲۰۵ ۔

۱۲۔ دراسات فی التفاسیر و رجالہ، ۹۴ ف ۔ ایضاً دائرہ معارف اسلامیہ، بارہویں جلد، الطبری ۔

۱۳۔ تاریخ بغداد ، ۲ : ۱۶۲ - ۱۶۰ ۔

۱۴۔ ایضاً ۔ نیز السمعانی، کتاب الانساب ، زیرِعنوان الطبری ۔

۱۵ ۔ تاریخ بغداد، ۲ : ۱۶۲ - ۱۶۰ ۔

۱۶ ۔ ایضاً

۱۷ ۔ دراسات فی التفاسیر و رجالہ، ۹۴ ف ۔

۱۸ ۔ ایضاً

۱۹ ۔ ایضاً

۲۰ ۔ ایضاً ۔

۲۱ ۔ دائرہ معارف اسلامیہ، بارہویں جلد، زیرِعنوان "الطبری"

۲۲ ۔ ایضاً

٢٣- ایضاً

٢٤- ایضاً۔ نیز تاریخ طبری کے اُردو ترجمے کا مقدمہ۔

٢٥- ایضاً

٢٦- ایضاً

نوٹ۔ ابن جریر کی طرف کئی کتابیں منسوب ہیں مثلاً کتاب الآداب الحمیدہ، کتاب مذہب الآثار، کتاب اللطیف کتاب البسیط، کتاب الشروط، کتاب المحاضر والسجلات، کتاب الوصایا، کتاب ادب القاضی، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب تہذیب الآثار وغیرہ ذالک، راقم الحروف نے تبصرہ صرف ان کتابوں پر کیا ہے جو طبع ہو چکی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فہرست ابن ندیم۔

ابوجعفر الطبری کے زمانے میں ان کے ہم عصر مصر کے مشہور عالم ابوجعفر الطحاوی (م ٣٢١ ھ) نے بھی اختلاف الفقہاء کے موضوع پر کتاب لکھی ہے جو استنبول میں موجود ہے اور ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ البتہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور حنفی عالم ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص (م ٣٧٠ ھ) نے اس کی تلخیص کی ہے جو ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ اس کے محقق ڈاکٹر صغیر حسن معصومی، سابق ڈائریکٹر ادارہ ہذا تھے۔

٢٧- تاریخ بغداد، ٢ : ١٦٢ – ١٦٠۔

٢٨- ایضاً۔ نیز ابن خلکان، وفیات الاعیان، بیروت، ١٩٧٧ء، چوتھی جلد۔

٢٩- ایضاً

٣٠- ایضاً

نوٹ۔ تغری بردی نے اس کی جائے وفات خراسان لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔

ابن خلکان نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اس نے مصر میں قرافۃ الصغریٰ کے نزدیک سفح المقطم میں ایک قبر دیکھی جس کے سرہانے کتبے پر لکھا ہوا تھا۔ ہذا قبر ابن جریر الطبری (یہ ابن جریر الطبری کی قبر ہے۔)

اس نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ لوگ بھی اس قبر کو صاحب التاریخ یعنی ابن جریر کی قبر تصور کرتے ہیں لیکن ابن خلکان اس قول کی صحت سے انکار کرتے ہیں۔

مزید برآں ابن خلکان نے مشہور شاعر ابوبکر الخوارزمی کو ابن جریر الطبری کا بھانجا لکھا ہے۔ لیکن الخوانساری اس کو درست تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے خیال میں ابوبکر الخوارزمی شیعۃ المسلک ہیں۔ اور ان کو ابن جریر کا بھانجا لکھ کر بعض لوگوں نے ابن جریر کو بھی شیعۃ المسلک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

دوسری طرف سمعانی ابوبکر الخوارزمی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے والد طبرستان کے تھے اور والدہ طبریۃ الشام کی، اس لئے اس کی طبری کی نسبت سے کسی نے طبرستان مراد لیا ہے اور کسی نے طبریہ۔

اس کے علاوہ الخوانساری نے طبری کی تاریخ وفات ۲ شوال لکھی جو درست نہیں۔

BIBLIOGRAPHY

(i) Abū Ja'far
Muḥammad Ibn Jarīr al-Ṭabarī
(i) *jāmi' al-Bayān*
(ii) *Tā'rīkh al-'Umam*, Urdu translation
(iii) *Ikhtilāf al-Fuqahā'*, Edited by Kern

(ii) Abu al-Yaqẓah 'Aṭiyyah
Dirāsāt Fī-al-Tafāsīr wa Rijālehī
Ahmad Mohd al-Haufi, al-Tabari, Cairo. 1970

(iii) *Dā'irah Ma'ārif-i-Islāmiyyah*
Vol. 12, al-Ṭabarī.

(iv) Al-Dhahabi, *Tadhkirat-al-Ḥuffāẓ*
2 : 251—255

(v) *Encyclopaedia of Islam*, al-Ṭabarī

(vi) Ibn al-Jawzī, *al-Muntaẓam*, 224 A.H.

(vii) Ibn al-Jazarī, *Ṭabaqāt al-Qurrā'*,
2 : 106, 108.

(viii) Kaḥḥālah 'Umar Riḍā,
Mu'jam al-Mu'allifīn
al-Ṭabari

(ix) Ibn Kathir,
al-BidāyahY wa-al-Nihāyah
224/225 A.H.

(x) Ibn Khallikan,
Wafayāt al-A'yān
224/225 A.H.

(xi) Khaṭīb Baghdādi.
Ta'rīkh-i-Baghdād
2 : 162—170
(xii) Al-Khwānsārī,
Rawḍāt al-Jannāt
2nd Ed. p. 673
(xiii) Al-Mubarrid,
al-Kāmil, 8 : 42
(xiv) Ibn al-Nadim,
al-Fihrist, 1 : 234
(xv) Al-Nawawi,
Tahdhīb al-Asmā' wa-al-Lughāt
1 : 178
(xvi) Saeedullah Qāḍi,
Principles of Muslim Jurisprudence of Abu Bakr al-Jaṣṣāṣ,
Ph.D. Thesis submitted to Peshawar University in 1976
(xvii) Al-Suyūṭī, Jalalud Din,
Ṭabaqāt al-Mufassirīn, 30, 31
(xviii) Taghrī Bardī, Jamalud Din,
Al-Najūm al-Zāhirah, 3 : 205
(xix) Tāshkubrizāda,
Miftāḥ al-Sa'ādah, 1 : 205, 206, 415
(xx) Yāfi'ī
Mir'āt al-Janān, 2 : 261
(xxi) Yāqūt
Mu'jam al-'Udabā'
(xxii) Al-Sam'ānī, Kitāb al-Ansāb.
(xxiii) Rashid Ahmad Jalundhri. *'Ilm al-Tafsīr wa-al-Mufassirīn*